Tauseeq, Volume. 2, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v2i1.13
Received: 08-02-2021
Accepted: 25-02-2021
Published: 30-06-2021

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں احترامِ عورت اور حیاداری

(Respect for women and modesty in Ahmad Nadeem Qasmi's fiction)

ڈاکٹر تحسین بی بی*

ناصر آفریدی**

Abstract

Ahmed Nadeem Qasmi's fiction writing has presented sacred, pure and pious lady as a great sign. He has described the purity and sacredness of such lady in the light of Islamic teachings and according to the customs and culture of Pakistani Society. He does not implement useless restrictions or limitless freedom for such a lady. His writings are a great combination of religious and social values. He has full awareness of a woman's sacred identity in a society and presented it in his fictions in a beautiful way. With the presentation of a lady's sacredness, he has combined Islamic and Pakistani values with great success for which he has been praised by everyone.

Keywords: Pious, Purity, Islamic Teachings, customs, culture

احکامِ خداوندی اور شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسندیدہ اوامر سے انسانیت کا دامن کشاں رہنے والا جذبہ شرم وحیا سے عبارت ہے۔ یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں، جو مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں کو شخصی وقار عطا کرتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا اور ایمان کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ گویا ایک کا باقی نہ رہنا دوسرے کے اُٹھ جانے کی

*۔ صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف صوابی

**۔ شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی، سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

علامت ہے۔ شرم و حیا اسلام کی روح ہے، جس سے احترامِ انسانیت کے دھارے پھوٹتے ہیں۔حیا جزو ایمان ہے، جو نیکی کی ترغیب کا باعث بنتے ہوئے برائی کے سدِّراہ ہوتا ہے۔ قانونِ شریعت فرد کو ربُّ العزّت سے، عوام الناس سے اور اپنے آپ سے حیا کا درس دیتا ہے۔

شرم وحیا کو عورت کا زیور قرار دیا گیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ مردوں سے اسلام نے حیاداری جیسی اعلیٰ انسانی صفت کا تقاضا نہیں کیا ہے۔ عورت بقائے نسلِ انسانی کی ضامن ہے۔اس لیے اُس کے وجود سے پورا معاشرہ وابستہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیا عورت کی سب سے بڑی خوب صورتی ہے۔اسلام نے عورت کو اعلیٰ وارفع مقام سے سرفراز کیا ہے۔اسلام سے قبل اور دیگر مذاہب میں عورت کو وہ تکریم ہر گز حاصل نہیں ہے، جو اسلام کی عطا ہے۔زمانۂ جاہلیت میں عورت کو دنیا کی حقیر ترین چیز سمجھا جاتا تھا، جس کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سُلوک کیا جاتا تھا۔ مردوں کے معاشرے میں بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کیا جاتا تھا۔

یہودیت میں عورت کو مکار، بدطینت اور نوعِ انسانی کی دشمن قرار دیا گیا ہے، جو آدمؑ کے انخلائے جنت کا باعث بنی، جس کی بدولت انسان اس دنیا میں ذلیل و خوار ہوا۔ عیسائیت میں بھی عورت شیطان کے لیے آسانی پیدا کرنے کا آلہ کار ہے۔اُن کے نزدیک آدمؑ کو شجرِ ممنوعہ کے قریب لے جانے والی، احکاماتِ خداوندی توڑنے والی اور مرد کو ذلیل ورسوا کرانے والی یہی عورت ہے۔اُن کے مطابق مرد خدا کی تصویر تھا۔پادریوں کے نزدیک عورت ایک ناگزیر برائی ہے۔ہندوؤں کے ہاں عورت کا تصور اس سے بدترین ہے۔ہندومت کے مطابق عورت جھوٹ کا پُتلا ہے اور دروغ گوئی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ہنود کی تعلیمات کے مطابق مسلح سپاہی، سینگوں والے جان ور اور عورت سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

ہمارا دین اسلام ایک عالم گیر اور آفاقی دین ہے۔ اسلام نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے، وہ کسی اور الہامی اور شخصی مذہب کی عطا نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس رشتوں سے آراستہ کیا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے کہ جس نے عورت کو ہمت اور اولوالعزمی کے ساتھ خود اعتمادی اور خودداری جیسے اوصاف عطا کیے ہیں۔ اسلام ہی نے عورت کو مکارمِ اخلاق پر فائز کیا ہے۔

اُردو ادب میں عورت کو مختلف روپوں میں پیش کیا گیا ہے۔ غزل کا موضوع ہی عورت کے گرد گھومتا ہے۔شاعری میں عورت معشوقہ اور بازارِ حُسن کی زینت رہی ہے۔ مولانا حالیؔ وہ پہلے شاعر ہیں، جنھوں نے چپ کی داد اور مناجاتِ بیوہ جیسی شاہ کار

نظمیں لکھ کر اردو شاعری میں عورت کو اس کی چاروں قابلِ قدر حیثیتوں کو بیان کرنے کی اولیت حاصل کی ہے۔اُن کے بعد آنے والے شعراء میں علامہ اقبال نے عورت کی تکریم کھل کر بیان کیا ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں اور شاعری میں عورت کی عزت و تقدیس کا بھرپور خیال رکھا ہے۔اگرچہ وہ ترقی پسندانہ خیالات کے حامل رہے ہیں، تاہم اُن کے ہاں کھوکھلی نعرے بازی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔وہ ایک دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ایک مثبت سوچ رکھنے والا راسخ العقیدہ شاعر اور افسانہ نگار اسلامی تہذیب و معاشرت کا دل دادہ نظر آتا ہے۔اُن کی جملہ تحریریں انسان دوستی اور معراجِ انسانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔انھوں نے اپنے افسانوں میں عورت کو شرم و حیا کا پیکر قرار دیا ہے۔اُن کے افسانوں میں حیا اور پاس داری بنیادی روح ہے، جس کو وہ پاکستانی معاشرے اور پاکستان میں رہنے والے مختلف خاندانوں اور گھرانوں سے آمیحت کر کے بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔اُن کے افسانے "گُل رخ" سے حیا اور پردہ داری کی مثال ملاحظہ کیجیے:

"نئیں ،وہ بولا، نبض نئیں دیکے گا۔تم غیر محرم ہے۔ہم زنانہ لوگ کا نبض نہیں دکاتا، ہم پٹان ہے"۔(۱)

احمد ندیم قاسمی نے بڑی خوب صورتی سے حیا اور پردہ داری کا پٹھان گھرانوں میں پایا جانے والا تقدس اور وضع داری کو بیان کیا ہے۔اُنھوں نے نہایت خوب صورتی اور فنی چابک دستی سے پٹھان معاشرے میں روح کی طرح سرایت شدہ اسلامی حیا اور پردہ داری کے واضح نقوش مرتب کرتے ہوئے درپردہ اسلامی تہذیب اور پختون کلچر کو ایمانیات کا روپ دے کر پیش کیا ہے۔ہمارے پٹھان معاشرے میں حیاداری کی اس سے بھی کہیں زیادہ مثالیں روزمرہ زندگی کے آئینے کو دیکھنے کو ملتی ہیں۔مراد یہ کہ پٹھان گھرانوں کی عورتیں جان، تو دے سکتی ہیں، لیکن روحانیت کو متاثر نہیں ہونے دیتیں۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں ایسے عناصر جابجا بکھرے نظر آتے ہیں۔انھوں نے بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے ترقی پسندانہ خیالات کو برقرار رکھا بلکہ اسلامی طرزِ زندگی کے گہرے اثرات کو پاکستانی معاشرے میں مختلف زاویوں سے تلاش بھی کرتے رہے۔وہ اسلام اور پاکستان سے کھری اور سچی محبت رکھتے تھے۔ڈاکٹر سلیم اختر نے اُن کے بارے میں درست لکھا ہے:

"شاعری اور افسانے دونوں ہی اُن (احمد ندیم قاسمی) کے مخصوص تصّورِ زیست، تصّورِ ادب اور تصّورِ فن کے عکاس اور مظہر ہیں"۔(۲)

احمد ندیم قاسمی کی شاعری اور افسانے میں انسان پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتا ہے۔اُن کے اسی تصوّرِ انسان میں تصوّرِ عورت اپنی ایک الگ تھلگ اسلامی، پاکستانی اور مشرقی شناخت رکھتی ہے۔اُن کے بیش تر افسانوں میں پریم چند کی طرح دیہات کی زندگی کی پیش کش پر مبنی ہیں۔پریم چند نے جیسے ہندوستان کی دیہی زندگی اور راجپوتوں کی بہادری کی داستانیں رقم کی ہیں ،اُسی طرح احمد ندیم قاسمی نے بھی پنجاب کی دیہی زندگی اور مسلم معاشرے کی عکاسی اور انسان دوستی کو شعار بنایا ہے۔اُنھوں نے حقیقی معنوں میں پنجاب کے غریب اور مفلس لوگوں ے مسائل کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔اُنھوں نے بڑی پُرکاری سے فطرت کے حسن، انسان کی بے بسی اور مظلومیت کی داستان رقم کی ہے، جہاں عورت اپنے حصے سے کہیں زیادہ بوجھ بانٹتی دکھائی دیتی ہے۔اُن کے ہر قبیل کے افسانوں میں عورت کی حیاداری اور شناخت قائم ہے، جہاں عورت کی نسوانیت اور جذبات زنانہ لہجوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔اُن کے افسانے پرمیشر سنگھ میں اِنھی جذبوں کی عکاسی کی گئی ہے، چناں چہ احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں:

> "پھر اُس کی ماں ننگے سر اوپر بھاگی۔اُسے اٹھا کر گود میں بٹھالیا، پھر نیچے بیٹی کو پکار کر سوئی منگوائی، کانٹا نکالنے کے بعد اُسے بے تحاشا چوما اور پھر نیچے جھک کر پکاری۔"اری! میرا دوپٹہ تو اُوپر پھینک دینا۔کیسی بے حیائی سے اُوپر بھاگی آئی"۔(۳)

احمد ندیم قاسمی سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔چناں چہ دینی نسبت، پاکستانی قومیت اور اسلامی معاشرے کے ساتھ اُن کی ذاتی مثبت سوچ ہر جگہ الگ تھلگ جھلکتی ہے۔وہ بڑے کھرے انداز میں نسوانی جذبوں کے درپردہ محرکات کے پردے چاک کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کے غریبوں اور مفلسوں کی عورتیں، اسلام اور پردے کے ذریعے سے ہی ظالموں کی بے رحم آنکھوں سے دامن کشاں ہوسکتی ہیں۔یہ اسلامی روایت اور عورت کی حیاداری ہی ہے، جو مادر پدر آزاد برائے نام نودولتیوں اور نام نہاد وڈیروں اور جاگیرداروں کی قہر آلود نظروں سے عورت کو بچاسکتی ہے۔ویسے بھی پاکستانی معاشرے میں عورت کی عزت و تقدیس بھی اسی جذبے کی عکاسی کرتی ہے کہ جواں سال لڑکی سے لے کر اَسّی سالہ بوڑھی عورت حیا اور پردہ داری کا پیکر ہی ہوا کرتی ہے۔اُنھوں نے افسانہ "نصیب" میں اِسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

> "ذرا سا رک کر بولی۔"بیٹی! ذرا کاغذ قلم تو اُٹھالاؤ۔اکبر کو لکھ دوں کہ وہ زلیخا کو جا کر بتائے۔میں تو زلیخا کا پتا ہی بھول گئی ہوں۔خط لکھ کر اُس نے برقعہ اوڑھا اور گلی کی نکڑ پر لیٹر بکس میں ڈال آئی"۔(۴)

اسلامی اور پاکستانی معاشرے میں برقعے کو حیا، پاس داری اور پردے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ قاسمی صاحب کا یہ کمال ہے کہ وہ کہانی پن میں غیر محسوس انداز میں اسلامی شعائر اور مسلم روایات کے ساتھ پاکستانی تہذیب و ثقافت کو افسانوں میں سمونے کا ہنر بہ خُوبی جانتے ہیں۔ اُن کے قلم سے فحش لفظ سرزد نہیں ہوا۔ وہ لکھنے کا فن جانتے ہیں۔ اس لیے فکری ضروریات کے زیرِ اثر الفاظ اُن کے سامنے ادائے معصومیت سے خود آموجود ہوتے ہیں۔

احترامِ انسانیت کے ساتھ احترامِ نسوانیت اُن کے افسانوں میں جابہ جا دکھائی دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ تسلسل کے ساتھ کامل رجحانات کی طرح عورت کی عزت اور پاسِ حیا کے مبلغ نظر آتے ہیں۔ اُن کے افسانہ "وحشی" کی درج ذیل مثال اُن کے جذبے اور ذہن و فکر کا بین ثبوت ہے:

"اتنے میں بس آگئی۔ کنڈکٹر نے کھڑاک سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا، پہلے عورتیں"۔(۵)

پریم چند کے بعد اگر کوئی افسانہ نگار ہے، جس نے افسانے کے فن اور فکر کے مختلف پہلوؤں کا یقینی احاطہ کیا ہے، تو وہ احمد ندیم قاسمی ہیں۔ وہ اپنی ذات میں ادارہ تھے، جنھوں نے پوری زندگی قلم سے غریبوں اور مظلوموں کی جنگ لڑی ہے۔ وہ اتنے بڑے اور منجھے ہوئے فن کار تھے، جنھوں نے انسان کی نفسیات کے پردے چاک کرتے ہوئے اُس کے درون میں جھانک کر اُس کی داخلی زندگی کی سراغ رسانی کی ہے۔ اُنھوں نے انسانی نفسیات کے ذریعے سے اپنے گرد و پیش میں موجود انسانیت کی تحلیلِ نفسی کی ہے۔ اس کامیابی کے درپردہ اُن کا گہرا سماجی اور طبقاتی شعور کار فرما رہا ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد نے اُن کے بارے میں درست لکھا ہے:

"ندیم سماجی اور طبقاتی شعور کے ساتھ ساتھ نفسیاتی شعور کو بھی اہمیت دیتے ہیں"۔(۶)

احمد ندیم قاسمی اسی سماجی اور طبقاتی شعور سے کہانیوں کا انتخاب کرتے ہوئے نفسیاتی شعور کے ذریعے سے کرداروں کے باطن میں جھانک کر ایک فرد کی عمومی کہانی کو نمائندہ کرداروں کے روپ میں پیش کرنے پر کامل دست گاہ رکھتے ہیں۔ کرداروں کے انتخاب اور کہانی کے جذباتی پہلو کو سماج اور فرد سے ہم آہنگ کرنے کے لیے چونکا دینے والے مکالمے ندیم کی فطرتِ ثانیہ ہے۔ اُن کے ایسے مکالموں میں سنجیدگی اور گہری سوچ کار فرما ہوتی ہے۔ وہ فنی چابک دستی اور کمال مہارت سے کرداروں کی نفسیات کے ذریعے سے اُن سے بے ساختہ بات کروانے کا ہنر رکھتے ہیں۔ اُن کی کہانیوں میں وحدتِ تاثر کے ساتھ ساتھ ایک خاص نظامِ فکر دکھائی دیتا ہے، جس میں اُن کے مرد و زن پوری رعنائی سے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے نسوانی کرداروں کی

بُنت میں اسلامی تعلیمات اور مشرقی تہذیب و روایت کا خصوصی خیال رکھا ہے۔اُن کے افسانے "ماسی گل بانو" سے یہ چونکا دینے والا مکالمہ ملاحظہ ہو:

"اے تاجو! لڑکی ہو کر مردوں کے سامنے مردوں کی طرح ہنستے ہوئے شرم نہیں آتی"۔(۷)

ندیم کا یہ کمال ہے کہ اُنھوں نے عورت کے حسن و جمال کو بڑی خوب صورتی سے پردے میں پیش کیا ہے۔اُن کے نزدیک عورت مستور اور باپردہ جنس سے عبارت ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ محبت کے پاک جذبوں کو اپنی کہانیوں میں مختلف رشتوں اور زاویوں سے جگہ دیتے ہیں۔اُن کے قلم نے حتی المقدور نسوانی حرمت کا خیال رکھا ہے۔یہ وہ پہلو ہے، جس میں ندیم معاصر افسانوی ادب میں اپنی الگ تھلگ شناخت رکھتے ہیں۔ایسی تحریروں میں انسانی روح کی کسک آمیز کیفیت پائی جاتی ہے۔اُن کے افسانے "بے نام چہرے" سے اقتباس بہ طورِ مثال ملاحظہ کیجیے:

"میں نے اُسے صاف صاف بتا دیا کہ مجھے عشق ہو گیا ہے۔پھر میں نے اُسے ساری تفصیل بتائی ،مگر وہ میری کوئی مدد نہ کر سکی۔میری طرح وہ بھی پردہ کرتی تھی"۔(۸)

ہمارے معاشرے میں عشق کا اظہار کرنا بذاتِ خود ایک معرکے کی بات سمجھا جاتا تھا اور پاسِ وفا بھی اسی جذبے کا متقاضی تھا کہ رازِ الفت پر آنچ نہ آنے پائے۔سماج کے ایسے کردار جو گِدھوں کی طرح ایسے افراد کی معصومیت پر نظر رکھتے ہیں، وہ ہمارے اندر دندناتے پھرتے ہیں اور موقع پاتے ہی عورت کی عصمت دری کے درپے ہوتے ہیں۔ندیم ایسے بد قماش اور سطحی سوچ رکھنے والے افراد کے خلاف تمام عمر قلم کی تلوار سے نبرد آزما رہے ہیں۔اپنے معاشرے کی عورت کے تحفُّظ اور عفت دامنی کے وہ علم بردار رہے ہیں۔اُن کی کہانیاں درج بالا بیانات پر دال ہیں۔ان سب باتوں کے ساتھ انھوں نے فنِ افسانہ نگاری کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔وہ افسانے میں افسانہ پن کو کسی طور پر قربان نہیں ہونے دیتے تھے۔اُن کے افسانے اُن کے اپنے پیش کردہ نظریۂ فن پر پورے اترتے ہیں۔چنانچہ احمد ندیم قاسمی کے مطابق:

"افسانے میں افسانے کا عنصر بہر قیمت بر قرار رہنا چاہیئے۔افسانے کی یہ افسانویت ایک مضبوط پلاٹ کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے، کردار نگاری کی صورت میں بھی، ماحول نگاری کی صورت میں بھی اور باطن نگاری کی صورت میں بھی۔۔۔ لیکن اگر افسانے میں سے افسانہ غائب ہو گیا، تو اس صنف کو افسانے کی بجائے کوئی اور نام دینا پڑے گا"۔(۹)

ندیم نے افسانے کی افسانویت کو فکری اور فنی ہر دو حوالوں سے بر قرار رکھا ہے۔وہ افسانوی فکر کی روایت اور کہانی پن سے بہ خوبی آشنا تھے۔ لہٰذا ان کی کہانیوں کے موضوعات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں،وہ کہانی سنانے اور کرداروں سے باہم گفتگو کروانے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ اُن کے افسانوں کے نسوانی کرداروں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ تمام تر شخصی اور انسانی کم زوریوں کے باوجود اسلامی اور تہذیبی روایات کی سمائی دیدنی ہے۔ غرض اُن کا تصوّرِ عورت عمر متفاوتہ کے باوجود ایک خاص ماحول اور ایک خاص مذہبی وسماجی لے میں لپٹا نظر آتا ہے۔ ندیم نے اُس طبقے کو بھی کھول کر بیان کیا ہے، جو مغربی تہذیب اور عورتوں کی بے لگام آزادی کے علم بردار ہیں۔ ایسے مر دوزن اُن عورتوں کے لیے ایک اَن دیکھی دنیا رچانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارا سماج مختلف حوالوں سے کہیں نہ کہیں ضرور رکاوٹیں ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی ہمارے نسوانی حلقے کی عفت اور مشرقیت ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے ایسے ہی مادہ پرست اور دنیادار طبقے کی عکاسی افسانہ "سفید گھوڑا" میں کی ہے۔ اس افسانے کا ایک مکالمہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے:

> "سن بلقیس! عورت بولی۔ ذرا سی بھی حیا ہو تو یہ برقعہ اُتار دو، نہیں اُتارو گی، تو میں تمھیں عورتوں کا رؤف کہنے لگوں گی"۔(۱۰)

اس افسانے میں بلقیس ایک مہذب معاشرے کا نمائندہ کردار ہے، جو شرافت کا پیکر ہے۔ یہ کردار مذہبی اور اخلاقی رنگ میں سادگی سے رچا بسا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا نسوانی کردار آزادہ روی، بے دینی اور روشن خیالی کا نمائندہ ہے۔ اِن دونوں کرداروں کی باہم آویزش سے ندیم نے مشرقی روایات اور مذہبی رجحانات کے ڈانڈے ملائے ہیں۔ اُنھوں نے مادہ پرستی میں لتھڑی ہوئی انسانیت کا نوحہ بیان کیا ہے۔

ندیم کا یہ کمال ہے کہ وہ ایسے کرداروں کے تضاد اور تقابل سے نسوانی زندگی کی اصل حقیقت کو سامنے لانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ایسی گوناں گوں کیفیات ندیم کے افسانوں میں بکھری پڑی ہیں۔ اُنھوں میں بسا اوقات شہری اور دیہی زندگی کے طرز اور تفاوت کو بھی بیان کیا ہے۔ ایسی کہانیوں میں دیہات کی سادہ لوح زندگی اور شہر کی مشینی حیات کی کامیاب منظر کشی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں افسانہ "بندگی بے چارگی" سے بہ طورِ مثال اقتباس ملاحظہ ہو:

> "غلط بات ہے، امین کہتا ہے۔ یہ تو بالکل ہی بے غیرتی ہے۔ جیسے میں اپنے باس کو دعوت پر بلاؤں اور اپنی بیوی سے کہوں کہ صاحب کے منہ میں نوالے ڈالو۔" نہیں حضور! یہ ہم سے نہیں ہو گا۔

ہم دیہاتی لوگ اگر ایسی باتیں سوچیں گے، تو دماغ کی دھجیاں اڑ جائیں، توبہ ہے بھئی، حد ہو گئی ہے بے حیائی کی"۔(۱۱)

ندیم نے دیہی اقدار کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔انھوں نے اُن دیہی قدروں کو بیان کیا ہے، جن پر دیہی زندگی کا مدار قائم ہے۔ وہ اس ماحول اور معاشرے کی کھل کر عکاسی کرتے ہیں، جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی درخورِاعتنا نہیں جانا جاتا۔ شہری جدتیں بڑی حد تک دیہی روایت کے ساتھ نبرد آزما اور برسرِپیکار نظر آتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے دیہات سے بہت سے افراد شہر کی طرف ہجرت کر کے شہر کی چکا چوند روشنیوں میں کھو چکے ہیں۔ یہ کیفیت بھی ندیم کی کہانیوں کا موضوع رہی ہے۔ایسے افراد دیہی کلچر سے اپنے آپ کو جدا نہیں کرپاتے اور اُن کی عورتیں اُسی طرح پردہ داری کی متعامل ہوتی ہیں۔اسی کیفیت کو افسانہ "بندگی بے چارگی" میں ندیم نے بڑے خوب صورت انداز میں رقم کیا ہے:

"اس کے باوجود پردہ اُس کے ایمان کا ایک جزبن کر رہ گیا تھا۔جب ڈرائنگ روم میں قہقہے اس انتہا کو جا پہنچے، تو جب ہنسنے اور رونے میں کوئی فرق نہیں۔ دعوت کے موقع پر امین جب ڈرائنگ روم سے گیلری میں آکر پکارتا تھا۔ہانیا ڈارلنگ! میرے شیلف پر سگریٹ رکھے ہیں، وہ بھیجوا دو پلیز۔تو بعد میں بانو اُسے سخت سست کہتی تھی کہ پردہ دار بیویوں کو نام لے کر نہیں پکارتے"۔(۱۲)

ندیم نے بانو کی شکل میں زیرِ نظر افسانے میں ایک حیادار کردار تخلیق کیا ہے، جو ایک حوالے سے دیہی زندگی کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ امین اس طبقے کی نمائندگی کر رہا ہے، جو شہر میں آبادکاری کے بعد آہستہ آہستہ شہری زندگی کے رنگ میں خود کو رنگ لیتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کا تصورِ عورت شرم وحیا کا پیکر ہے، جس کی بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ندیم دراصل ایک ایسے ماحول معاشرے کی کامیاب عکاسی کرتے ہیں، جہاں عورت دینی تعلیمات، معاشرتی روایات اور سادہ طرزِ زندگی کے باوصف صاف ستھری اور منزّہ زندگی گزارنے پر فخر محسوس کرتی ہے۔اُن کی عورت تمام تر سماجی مجبوریوں اور برائیوں کے باوجود ایک ایسے روپ میں سامنے آتی ہے، جس کے بارے میں صحت مند قوم کی تخلیق کی ضمانت دی گئی ہے۔ درج ذیل اقتباس میں ایک دیہی سادہ لوح دوشیزہ کا اظہاریہ ملاحظہ ہو، جس کے مکالمات درج بالا بیانات کے عکاس ہیں:

"میں گاؤں کی ایک کنواری ہوں۔ میرا نام نور خاتون ہے۔ میرے کپڑے مٹیالے ہیں، مگر میری آنکھوں میں چراغوں کی لوئیں کانپتی ہیں۔ میرا کرتا جگہ جگہ سے مسک گیا ہے، مگر چہرے پر حیا کی گلابی چادر ہے"۔(۱۳)

ندیم یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حیا عورت کا ایسا زیور ہے، جو اُس کی طینت میں موج زن ہوتا ہے۔ گویا عورت بنیادی طور پر مستور اور باپردگی کی متقاضی ہوتی ہے۔ یہ ہمارا سماج اور مرد ہی ہے، جو اس کی پردہ دری کرتا ہے اور عورت کو زندگی کے اُس چوراہے پر لا کھڑا کرتا ہے، جہاں سے وہ چاہنے کے باوجود درست سمت نمائی نہیں کرپاتی۔ یہی قبیح معاشرہ اُسے عفت دامنی کے روپ میں قبول کرنے سے گریزاں ہوتا ہے۔ ہمارے سماج کی عورت مثبت روایات کا پیکر ہوتی ہے اور اُن پر خاطر خواہ عمل پیرا بھی ہوتی ہے۔ صرف چند مغربی سوچ کی پروردہ عورتیں اور روشن خیال معاشرے کی پیداوار عورتیں، عورت کی اصل شناخت اور حقیقت کو جز وقتی طور پر فراموش کرتی ہے، جنھیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حیا اور پردہ داری کے نتائج کی پسندیدگی کا احساس ہو ہی جاتا ہے۔ یہ تجربہ چاہے اُن کی ذات سے وابستہ ہو یا آنے والی نسل سے متعلق، یہ بہر حال اُن کی حقیقت کی آنکھ کھل ہی جاتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی کہانیوں میں عورت کے اسی دینی اور روایتی پہلو کو کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ عورت کے حوالے سے جو بھی خصائص اور اوصافِ حمیدہ بزرگ عورتوں میں دیکھتے آئے ہیں، اُنھیں کمال مہارت اور فنی چابک دستی سے اپنی کہانیوں میں سمویا ہے۔ درج ذیل اقتباس میں انھوں نے اسی جذبے کی عکاسی کی ہے:

"اری! سر پر دوپٹہ لے۔ کنواری لڑکیاں ننگے سر نہیں پھرا کرتیں۔ ورنہ پگلی آسمان ٹوٹ پڑتا ہے"۔(۱۴)

ندیم نے بڑی خوب صورتی سے معاشرتی اقدار کے رچاؤ کی علامت ایک تجربہ کار عورت سے بڑی بے ساختگی کے ساتھ نوخیز لڑکی کو چادر اور چار دیواری کے تقدس کا بے ساختہ درس دلواتے ہوئے کمال ہنروری سے انجام سے باخبر کیا ہے۔ یہی ندیم کا خاصہ اور اُن کا تصوّرِ عورت ہے۔ ہماری معاشرتی اقدار اور سماجی رویے اِسی جذبے کے گرد گھومتے ہیں۔ بہ صورت دیگر ہمارے سماج میں کسی بھی خاندان کی قدر و منزلت اور آبرو اِسی نسوانی طبقے کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ ندیم نے اپنے افسانوں سے ثابت کیا ہے کہ عورت اگر معاشرے کی سیدھی اینٹ رکھے، تو اُس پر نسلوں کی طویل عِمارت کھڑی ہو سکتی ہے، جسے بیرونی طوفان اور زلزلے زیر نہیں کرسکتے۔ انھوں نے عورت کے ہر اُس روپ کی نفی کی ہے، جو ہماری دینی و سماجی اقدار کے منافی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک اور مثال دیکھیے:

"چادر تمہارے سر سے اُتر گئی تھی، مگر اپنے ابا کو دیکھ کر بھی تمہیں اپنا سر ڈھانپنے کا خیال نہ آیا تھا"۔(۱۵)

احمد ندیم قاسمی بادی النظر میں نسواں کو درس دیتے ہیں کہ اُنھیں ہر اُس بات کا خیال رکھنا چاہیئے، جو اُن کی بے توقیری کا باعث ہو۔ انھوں نے واضح کیا ہے کہ اسلامی اور پاکستانی معاشرے میں ہماری روایات، جن باتوں کی اجازت نہیں دیتی، اُنھیں سختی سے دور رکھنا چاہیئے۔

حوالہ جات

۱۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: گُل رخ، مشمولہ: بازارِ حیات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۳۵

۲۔ سلیم اختر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۵۰۳

۳۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: پرمیشر سنگھ، مشمولہ: بازارِ حیات، ص ۲۴

۴۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: نصیب، مشمولہ: برگِ حنا، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۸۴

۵۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: وحشی، مشمولہ: برگِ حنا، ص ۱۰۲

۶۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اُردو افسانہ، ایک صدی کا قصّہ، کتاب نگر، ملتان، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۳

۷۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: ماسی گل بانو، مشمولہ: کپاس کا پھول، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۸

۸۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: بے نام محبت، مشمولہ: کپاس کا پھول، ص ۱۳۳

۹۔ احمد ندیم قاسمی، مکتوب بنام مرزا حامد بیگ، مشمولہ: اُردو افسانے کی روایت ۱۹۰۳۔۲۰۰۹ء، از مرزا حامد بیگ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۶۸۱

۱۰۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: سفید گھوڑا، مشمولہ: کپاس کا پھول، ص ۱۶۷

۱۱۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: بندگی بے چارگی، مشمولہ: گھر سے گھر تک، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۵۵

۱۲۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: بندگی بے چارگی، محولہ بالا، ص ۱۵۶

۱۳۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: ایک عورت تین کہانیاں، مشمولہ: نیلا پتھر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۹۴

۱۴۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: میرا دیس، مشمولہ: طلوع و غروب، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۹۱

۱۵۔ احمد ندیم قاسمی، افسانہ: بین، مشمولہ: کوہ پیما، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳

References:

1. Ahmad Nadeem qasmi, afsana : Gul rukh, mashmoola: bazar ِ hayaat, sang mil pbli kishnz, Lahore, 2017, p. 35
2. Saleem Akhtar, Dr, urdu adab ki mukhtasir tareen tareekh, sang e mil pbli kishnz, Lahore, 2017, p. 503
3. Ahmad Nadeem qasmi, afsana : Permeshar singh, mashmoola: bazar ِ hayaat, p.26
4. Ibid. 2008, p 86
5. Ahmad Nadeem qasmi, afsana : wehshi, mashmoola: barg-e hina, p.102
6. Anwaar Ahmed, Dr, urdu afsana, aik sadi, kitaab nagar, Multan, 2017, p.173
7. Ahmad Nadeem qasmi, afsana: massi Gul Bano , mashmoola: kapaas ka phool, sang e mil pbli kishnz, Lahore, 2016, p. 128
8. Ahmad Nadeem qasmi, afsana: be naam mohabbat, mashmoola: kapaas ka phool, p.133
9. Ahmed Nadeem qasmi, maktoob banam Mirza Hamid bag, mashmoola: urdu afsaanay ki riwayat 1903, 2009, az Mirza Hamid bag, dost pbli kishnz, Islamabad, 2016, p. 481
10. Ahmad Nadeem qasmi, afsana : safaid ghora, mashmoola: kapaas ka phool, p.167
11. Ahmad Nadeem qasmi, afsana: bandagi be chaargi, mashmoola: ghar se ghar tak, sang e mil pbli kishnz, Lahore, 2015, p. 155
12. Ahmed Nadeem qasmi, afsana : bandagi be chaargi, mholh baala, p.156
13. Ahmed Nadeem qasmi, afsana: aik aurat teen kahaniyan, Neela pathar: mashmoola, sang e mil pbli kishnz, Lahore, 2007, p 96
14. Ahmed Nadeem qasmi, afsana: mashmoola mera pardais: tulu o ghuroob, sang

e mil pbli kishnz, Lahore, 2007, p91

15. Ahmed Nadeem qasmi, afsana: bain, mashmoola: koh pema, sang e mil pbli kishnz, Lahore, 2007, p.13